سبائی تحریک
اور
سانحہ کربلا

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

شعبہ نشرواشاعت
ادارہ نقشبندیہ اویسیہ
دارالعرفان. منارہ ضلع چکوال

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ... (المائدۃ:3)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور اسلام کو تمہارا دین پسند فرمالیا۔

سبائی تحریک اور سانحۂ کربلا

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

شعبہ نشر و اشاعت

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

Phone: +92543562200, Fax: +92543562198
Email: darulirfan@gmail.com
Web site: www.oursheikh.org
www.oursheikh.info

نام کتابچہ: سبائی تحریک اور سانحہ کربلا

نام مصنف: الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اشاعت دوم: نومبر 2014ء

تعداد: 1000

قیمت: 30 روپے

اشاعت: یمانی پرنٹرز لاہور

ناشر: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

ناظم اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

دارالعرفان * منارہ * ضلع چکوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ... (المائدۃ:3)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور اسلام کو تمہارا دین پسند فرما لیا۔

مذہب کی ضرورت:

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جہاں تک انسان کی تاریخ ہے وہاں تک انسان کے ساتھ مذہب موجود ہے۔ تاریخ میں ایسے لوگ ملتے ہیں جہاں انسانی تہذیب انسانوں میں نہیں ملتی، ان کی زندگی جانوروں کی طرح غاروں میں، پہاڑوں میں، اور جنگلوں میں بسر ہوتی نظر آتی ہے۔ لیکن ان جنگلوں میں بھی ان کی درندگی میں بھی مذہب کے نام سے ان میں کوئی چیز ضرور موجود ہوتی ہے، خواہ وہ کوئی رسم ہو، خواہ وہ کسی سانپ کی پوجا کر رہے ہوں، کسی درخت کی پوجا کر رہے ہوں یا کسی انسان کی بات سن رہے ہوں، مذہب ضرور ہوتا ہے۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جیسے اور باقی ضروریات ہیں، مذہب بھی انسانیت کی ضرورت ہے۔

اب رہی یہ بات کہ مذہب کے نام پر انسانیت کو کتنے فریب دیئے گئے۔ اور کہاں کہاں اسے واقعی مذہب نصیب ہوا، اس پر بھی کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیشہ حق وہیں نصیب ہوا جہاں اللہ کے نبیؑ مبعوث ہوئے، اللہ کے رسولؑ مبعوث ہوئے۔ انبیاءؑ کے علاوہ جس کسی نے بھی انسانی کمزوری سے فائدہ اٹھایا، مذہب کے نام پر مختلف ایسے طریقے ایجاد کیے جن کی بدولت چند لوگ عیش کرتے رہے اور باقی ان کی خدمت کرتے رہے۔

نظامِ ربوبیت :

نظامِ ربوبیت میں جس طرح تعمیرِ وجود کے لئے بے شمار وسیع نظام قائم ہیں اور سورج سے لے کر ایک ادنیٰ سی ٹپکنے والی بوند تک، ہوا کے ایک ہلکے سے جھونکے سے لے کر برف و باد کے طوفان تک ساری چیزیں اس عالم آب و گل کی صنعت اور تخلیق میں ہمہ وقت لگی ہوئی ہیں اور اس ساری صنعت، ساری تخلیق کا حاصل کیا ہے؟

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ...

وہی تو ہے جس نے زمین میں سے سب کچھ تمہارے لئے پیدا کیا (البقرة:29)

کوئی درخت ہے یا جھاڑی، کوئی جانور ہے یا پرندہ، کوئی پانی کا جانور، کوئی شے بھی ہے نتیجتاً ان سب کی محنت محض انسانی وجود کی تعمیر پر لگی ہوئی ہے۔

اسی طرح سے رُوح کی تعمیر کے لئے رب کریم نے ایک روحانی نظام تعمیر فرمایا جسے ہم مذہب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور جوں جوں، جہاں جہاں، جتنی جتنی ضرورت سمجھی گئی وہاں اتنی نورانیت اللہ جل شانہ نے نازل فرمائی۔ مختلف اقوام میں مختلف اوقات میں انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اُولوا العزم رسول ہیں اللہ کے۔ تو جہاں وہ منصب رکھتے تھے، درمیان میں ایک چھوٹا سا دریا تھا، اُس کے پار ہود علیہ السلام کی بستیاں تھیں اُس نالے یا دریا کے اِس طرف تو اطاعت فرض تھی ابراہیم علیہ السلام کی، لیکن نالے کے اُس پار نبوت تھی ہود علیہ السلام کی، اور اُس کنارے بسنے والوں کے لئے ہود علیہ السلام کی اطاعت فرض تھی۔ لیکن وہ زمانے ایسے تھے کہ لوگ جہاں پیدا ہوتے، انہی بستیوں میں عمریں بسر کر کے دُنیا سے گزر جاتے۔ اور بہت کم ایسے فرد تھے جو دُنیا کا، یا دوسرے ممالک کا، یا دُور دراز کا سفر اختیار کرتے۔

شانِ ربوبیت:

خداوند عالم ہمیشہ ضرورت سے پہلے اس کی ضرورت کا سامان مہیا فرمایا کرتے ہیں۔ اس کی ربوبیت کی شان ایسی ہے کہ ضرورت منہ بعد میں آتا ہے اور تکمیل ضرورت کا سامان پہلے مہیا ہو جاتا ہے۔ جب اللہ جل شانہٗ نے انسانی ذہن کو اتنی وسعت دینی چاہی کہ وہ اس کائنات کو مسخر کر سکے۔ اور زمین کی طنابیں کھینچ دے۔ ایک لمحے میں ایک انسان ایک ملک سے دوسرے ملک چلا جائے، یا چند گھنٹوں میں، چند دنوں میں روئے زمین کا سفر کرے۔ جب یہ قوت پرواز متوقع کی جارہی تھی بلکہ جب لوگوں کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے عالمگیر نبوت عطا کر دی اور آقائے نامدار ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ ایک وقت روئے زمین پر بسنے والے سارے انسانوں کے لئے ایک ہی نبیؐ، ایک ہی قانون، ایک ہی کتاب نازل فرمادی۔ اور پھر ایسے اولوالعزم لوگ پیدا فرمائے حضور ﷺ کی رفاقت کے لئے، جنہوں نے حضور ﷺ کے پیغام کو دُنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا۔

یہ یاد رکھیں! حضور ﷺ کی رفاقت یا مصاحبت اتفاقاً نہیں ہوئی بلکہ جس طرح ربّ العالمین نے آپ کو خصوصاً نبوت سے سرفراز فرمایا، آپ ﷺ کو خاص ہی اس منصب عالی کے لئے فرمایا، ربّ العالمین نے اُسی طرح آپ کی رفاقت کے لئے مخصوص لوگوں کو تخلیق فرمایا۔ اس پر بے شمار دلائل ہیں، ان میں سے ایک دلیل عرض کر دوں کہ جس طرح خداوند کریم نے پہلی کتابوں میں حضور اکرم ﷺ کے اوصاف بیان فرمائے۔ پہلی اُمتوں پر فرض قرار دیا کہ وہ اپنے نبیؑ کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی نبوت پر ضرور ایمان لائیں۔ آپ ﷺ جب بھی مبعوث ہوں گے، اللہ کے برحق نبی ﷺ ہوں گے۔ اسی طرح حضور ﷺ کے صحابہؓ پر بھی ایمان لانا پہلی اُمتوں

پر فرض قرار دے دیا گیا ہے اور ان کے اوصاف بھی ان کتابوں میں من وعن ایسے بیان فرمائے کہ عیسائیت کے جو علم رکھنے والے لوگ تھے وہ حلیہ اور عادات دیکھ کر پہچان لیتے تھے کہ یہ شخص محمد رسول اللہ ﷺ کا صحابیؓ ہے۔ تو گویا اللہ جل شانہٗ ایسے ہی افراد پیدا کرنا چاہتا تھا آپ ﷺ کی رفاقت کے لئے، جن کی خبر اس نے پہلے دے دی۔ اور پھر عقل حیران ہو جاتی ہے کہ اس دور میں جب ذرائع رسل ورسائل نہیں تھے انہوں نے واقعی پوری دنیا پر آپ ﷺ کے پیغام کو پہنچا کر دم لیا۔ حضور ﷺ کی نبوی زندگی تیئیس (23) سالہ ہے۔ تیئیس برس بعثت کے بعد آپ ﷺ اس دارِ فانی میں تشریف فرما رہے اور حضور اکرم ﷺ کے پردہ فرمانے کے ٹھیک تیئیس (23) سال بعد دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جو اسلام سے نا آشنا ہو، صحابہ کرامؓ نے اس نعمت کو تیئیس (23) برس میں روئے زمین پر پھیلا دیا۔

عظمت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ---

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک ایک کارنامہ اتنا عظیم تھا کہ پوری دنیا ان سے واقف ہوگئی کہ یہ کیا لوگ ہیں، کیا کہتے ہیں کیا چاہتے ہیں، کیا کرتے ہیں؟ اسی پیغام کی نسبت ارشاد ہوا حضور اکرم ﷺ جب حجۃ الوداع پر تشریف لے گئے تو فرمایا جو موجود ہیں وہ یہ پیغام ان تک پہنچائیں جو موجود نہیں ہیں۔ حجۃ الوداع کے بعد آپ ﷺ اَسی (80) سے ایک، یا دو دن اوپر اس دارِ فانی میں جلوہ افروز رہے۔ اس موقع پر عرفات میں جب آپ ﷺ تشریف فرما تھے تو اس آیت کریمہ کا نزول ہوا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ
نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ... (المائدۃ:3)

تکمیل دین:

اور یہ سند بھی اسی اُمت کی سرفرازی کے لئے تھی۔ اسی اُمت کا حصہ تھی کہ خداوند عالم نے اعلان فرمادیا کہ لوگو! اے نوع انسانی! آج کے دن تمہارے لئے دین مکمل کر دیا گیا ہے۔ اس میں کوئی مزید ترمیم نہیں ہوگی، کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، کوئی نئی کتاب نہیں آئے گی، کوئی نیا مذہب نہیں اُترے گا، کوئی نیا طریقہ عبادت نہیں ہوگا، کوئی نیا طریقہ بیع وشراء نہیں ہوگا، کوئی نئی فقہ نہیں آئے گی، کوئی نیا امام نہیں آئے گا، کوئی نئی بات نہیں ہوگی۔

اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ... تمہارا دین آج مکمل کر دیا گیا ہے ...

اور ایسا مکمل کیا ... اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ ... کہ بڑی سے بڑی نعمت جو انسانیت اپنے خالق سے لے سکتی ہے وہ تم پر تمام کر دی گئی ہے۔ یعنی اس سے زیادہ مخلوق اپنے خالق سے کوئی انعام نہیں پا سکتی۔

اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

یہ بشارت سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بہت خوش ہوئے۔ یہ بہت بڑی بات تھی، قیامت تک کے لئے دین مکمل کر دیا گیا تھا، اور اللہ کا انعام پورا ہوا۔ بہت بڑی نعمت عطا فرمائی گئی۔ جب بھی کوئی اہم بات ہوتی تھی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نگاہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر جا کر ٹھہرتی تھی۔ سب نے نگاہ دوڑائی کہ کہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نظر آئیں تو انہیں مبارک دیں، اُن سے بات کریں۔ دیکھا! ایک کونے میں بیٹھے ہیں اور آنسو رواں ہیں۔ انہوں نے عرض کی: حضرت! خوشی کا مقام ہے۔ ہم تو مبارک عرض کرنے کے لئے آپ کو تلاش کر رہے تھے، آپ ایک کونے میں چھپے ہیں اور رو رہے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ بات تو خوشی کی ہے لیکن اس

خوشی کے ساتھ ایک خبر اور بھی ہے کہ جب دین مکمل ہو گیا، پھر دین پہنچانے والا اس دارِ فانی میں کب رہے گا! یعنی اس میں مجھے تو یہ خبر نظر آتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چشم عالم سے پردہ فرما جائیں گے۔ اور وہی بات ہوئی، اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین مہینے سے کم عرصہ دارِ فانی میں رہے، پھر دارِ بقا کو تشریف لے گئے۔

گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دُنیا سے سفر فرمانا بابِ نبوت کو بند کر دیتا ہے۔ اور آپ سارے قرآنِ کریم پہ نگاہ ڈالیے تو آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے مبعوث ہونے والے نبیوں پر ایمان لانا ضروریاتِ دین میں سے نظر آئے گا۔

ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ... (البقرۃ:4)

ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ پر نازل کی گئی اور جو آپ سے پہلے نازل کی گئی۔

یہ ماننے والے آپ کو مانیں۔ آپ سے پہلوں کو مانیں، آپ سے پہلی کتابوں پر ایمان لائیں۔ لیکن پورے قرآن میں آپ کو مِنْ بَعْد کی بات نہیں ملے گی کہ آپ کے بعد کسی آنے والے کو ماننا ضروری ہے۔ یعنی کوئی بعد میں آنے والا ہے ہی نہیں۔

دین کیا ہے؟

دین ان عقائد، عبادات اور معاملات کا نام ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم فرمائے۔ دین ان اعمال کا نام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہنچایا ہوا طریقہ ہی دین ہے۔ اس میں بڑھانا بھی دین نہیں ہے اور اس میں کمی کرنا بھی دین نہیں ہے۔ کسی کو اختیار نہ رہا کہ اس پر کوئی ایک نقطہ بڑھاتا یا گھٹاتا۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفرِ آخرت کے بعد جو حالت پیش آئی، شاید آپ یہ اندازہ کر سکیں کہ پوری دُنیا کا

کفر، اسلام کی اس روز افزوں پنپتی ہوئی سلطنت کی ہیبت سے دب رہا تھا۔ مگر جیسے ہی حضور اکرم ﷺ کے وصال کی خبر عام ہوئی تو منافقین سے لے کر کفار تک بیک وقت کھڑے ہو گئے۔ کسی نے زکوٰۃ کا انکار کر دیا، کسی نے ارتداد کا اعلان کر دیا، کسی نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور کافر ریاستیں اس بات کو دیکھنے لگیں کہ اب اس چھوٹی سی سلطنت کو وہی اپنے ہی لوگ کافی ہیں اور اگر اُن سے بچ نکلی، تو ہم ان سے نپٹ لیں گے۔ تو اسلام پر یہ اتنا سخت ترین لمحہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد پھر آج تک ایسا لمحہ نہیں آیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ...

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اگرچہ وجود میں نحیف و نزار، عمر رسیدہ اور خمیدہ کمر تھے۔ لیکن آپ نے فوراً مرتدین کے خلاف بھی جہاد کا اعلان فرما دیا، مانعین زکوٰۃ کے خلاف بھی وصولی زکوٰۃ کا اعلان فرما دیا اور مدعیانِ نبوت کے خلاف بھی جہاد کا اعلان فرما دیا۔ اکثر صحابہؓ نے عرض کی حضرت یہ جنگی قاعدے کے خلاف ہے۔ ہمارے پاس مٹھی بھر جانثار ہیں اور بیک وقت اتنی سمتوں میں ہم کس طرح لڑ سکیں گے جبکہ ابھی فارس اور قیصر دروازے پر بیٹھے ہیں اور وہ دیکھ رہے ہیں کہ انہیں کب موقع ملے، کہ وہ ہمیں مسل دیں۔ تو آپؓ ان میں سے کسی کے ساتھ سمجھوتہ کر لیں۔ خیر ہے! منکرین کو تو چندے برداشت کر لیں۔ مرتدوں سے لڑ لیں اور جو زکوٰۃ میں رعایت مانگتے ہیں ان سے سمجھوتہ کر لیں۔ نئی نبوت کا جو اعلان کر رہے ہیں ان سے لڑ لیں۔ اس طرح سے کوئی طریقہ بنائیں۔ آپ نے فرمایا: اگر مدینہ میں میں اکیلا رہ جاؤں اور مجھے یہ خوف ہو کہ مجھے بھیڑیے پھاڑ کر کھا جائیں گے، تب بھی میں ان سب کے خلاف اعلانِ جہاد کر دوں گا۔ اللہ کی قسم! اس بات میں جو حضور اکرم ﷺ نے ہم

تک پہنچائی ہے، ایک نقطہ کم نہیں ہوگا اور ایک نقطہ زیادہ نہیں ہوگا جب تک ابوبکر زندہ ہے۔ دُنیا کی کوئی طاقت اس میں ایک نقطہ بڑھا سکے گی نہ ایک نقطہ گھٹا سکے گی۔

منکرین زکوۃ:

اور واقعی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ کر دکھایا کہ دین وہی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچا دیا۔ اب اگر اس میں ان لوگوں نے کوئی چیز بھی کم کرنے کی کوشش کی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مومن ہونے کا دعویٰ رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اپنے آپ کو مومن کہلاتے تھے اور آپ کے وصال کے بعد بھی ایمان کے مدعی تھے۔ تو انہوں نے ایک چھوٹی سی بات نکالی کہ بھئی! جو زکوۃ ہم مرکز کو دیتے تھے اس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، جب نبی نہیں ہے تو دوسرے غیر نبی کو ہم زکوۃ کیوں دیں بھلا؟ ہم دیں نہ دیں، ہمارا ذاتی مسئلہ ہے ہم مرکز کو نہیں دیں گے۔ اُنہوں نے نبوت کا انکار نہیں کیا، آپ کی شریعت کا انکار نہیں کیا۔ انہوں نے ایک فعل کی تاویل کی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ایسی تھی کہ ہم اپنی زکوۃ وہاں بھیج دیتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصارفِ زکوۃ میں سے جس مصرف پر مناسب سمجھتے خرچ فرما دیتے تھے۔ لیکن آپ کے بعد تو کوئی نبی نہیں ہے کہ ہم ان کو پیش کریں۔ یہ محض ایک حیلہ تھا زکوۃ سے فرار اختیار کرنے کا۔ اُن کا وہ ایمان جو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے تھے، وہ اُن کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ بلکہ یہ جرم کہ وہ دین میں ایک تاویل، ایک ناروا تاویل بڑھانا، یا گھٹانا چاہتے تھے۔ یہ جرم اتنا سخت ہو گیا کہ اُن کے ساتھ جہاد کیا گیا، اُن کے ساتھ قتال کیا گیا۔ اور مرنے والوں کو مرتدوں

میں شمار کیا گیا۔ اُن کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ اُن کو مسلمانوں کے ساتھ دفن نہیں کیا گیا سوائے اُن کے جنہیں توبہ نصیب ہوئی۔ کافروں کی طرح انہیں قتل کیا گیا کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین سے ایک بات گھٹانا چاہتے تھے۔

مدعیانِ نبوت:

عرب میں سب سے سخت ترین علاقہ یمامہ کا ہے۔ وہ لوگ کڑیل جوان، تنومند، سخت مزاج، تندخو، لڑنے والے تھے۔ مسیلمہ نے وہاں اپنی نبوت کا اعلان کر دیا اور جس دن وہ قتل ہوا اُس کے ساتھ چالیس ہزار افراد تھے۔ لیکن صدیقی افواج نے انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ اور اس جگری سے لڑے کہ قلعہ بند مسیلمہ کو دیوار پھاند کر لڑتے بھڑتے فوجوں کے اندر سے جا کر پکڑ لائے اور سر کاٹ دیا۔ ان کا یہ فعل ہی مسیلمہ کی فوج کی شکست کا سبب بن گیا۔ چند جانثاروں میں سے ایک شخص نے کہا کہ مجھے اٹھا کر قلعہ کی دیواروں کے اندر کیوں نہیں پھینک دیتے! ایک آدمی کو اٹھا کر دیوار کے اندر پھینک دیا گیا تو دیوار کے ساتھ پشت لگا کر اس نے لڑنا شروع کیا اور لڑتا لڑتا زخموں سے چور، سسکتا کھسکتا قلعے کے دروازے تک چلا گیا اور اندر سے کنڈا کھول دیا، پوری اسلامی فوج قلعے میں داخل ہو گئی۔

اجماعِ صحابہؓ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سب سے پہلا عمل اور سب سے پہلا اجماع صدیقی خلافت کے بعد اسی بات پہ منعقد ہوا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین میں سے کوئی شخص ایک نقطہ گھٹانا چاہے، یا بڑھانا چاہے تو اس کے ساتھ قتال فرض ہے، جہاد فرض ہے، اس کو کبھی نہیں چھوڑا جائے گا۔ چونکہ یہ اتنی بڑی امانت ہے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی۔ تاریخ گواہ ہے اللہ کریم نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور خادمانِ پیغمبر کی وہ نصرت فرمائی جسے آج تک کوئی سمجھ نہیں سکا کہ صحراؤں کے سینے سمٹ گئے، سمندر پایاب ہو گئے، پہاڑوں کی بلندیاں جھک گئیں اور اس سیل رواں کو کوئی روک نہیں سکا۔ دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کوئی طاقت ایسی نہ رہی جو مقابلے میں رہتی۔

یہود کی اسلام دشمنی:

اور یاد رکھیں! دشمنانِ اسلام میں سب سے پہلا دشمن یہودی ہے، یہ طے شدہ بات ہے۔ یہ وہ بے نصیب قوم ہے جس نے بعثت عالی سے لے کر وصالِ نبوی تک سب سے زیادہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائی۔ مشرکین مکہ بھی علمائے یہود کے پاس مدینہ اور یثرب میں آتے تھے اور یہاں سے اعتراض پوچھ کر جاتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہ اعتراض کیا کرتے تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود نے صلح کا معاہدہ کر کے دھوکہ دیا۔ اور یہ یہود ہی تھے جو پورے جزیرۃ العرب کو جمع کر کے لائے اور غزوۂ خندق کا سبب بنے تھے۔ اور یہ یہود ہی تھے جنہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک بدر کر دیا تھا۔

یہود کی بدنصیبی:

وہ رحم و کرم کا پیکر جو کافروں کے لئے بھی بارگاہِ الٰہی میں راتوں کو کھڑا ہو کر رویا کرتا تھا کہ خدایا یہ تیرے بندے ہیں، جہنم میں جائیں گے۔ اس کے دامن عفو میں بھی ان یہودیوں کے جرائم نہیں سما سکے۔ اور یہ ایسی بدنصیب قوم ہے کہ حدیبیے کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بیت اللہ کے دروازے پہ تشریف رکھتے ہیں۔ کفار مانع

ہیں، کفار روکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے خواب دیکھا ہے۔ نبیؑ کا خواب وحی ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اس اعتماد پہ چلے ہیں، صحابہؓ بھی اس بات پہ مصر ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ! جب آپ نے خواب دیکھا ہے، آپ اللہ کے برحق نبی ہیں۔ ہم یہاں سے کیسے واپس جائیں؟ ہم تو مکے میں داخل ہوں گے۔

اللہ کریم نے حکم دے دیا:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی۔ (الفتح:1)

اور آپ کا یہ خواب سچ ہوگا۔ آپ مکہ مکرمہ میں ایسے داخل ہوں گے کہ کوئی خوف و خطر نہیں ہوگا، طواف کریں گے، احرام باندھیں گے، سب کچھ ہوگا۔ لیکن اس سے پہلے ایک کام ضروری ہے۔ یہاں معاہدہ کر کے پلٹ جایئے اور پہلے خیبر کے یہود کی خبر لیجئے۔ مکہ والے مشرکوں سے پھر بات ہو جائے گی۔ یعنی حضور اکرم ﷺ مکے کے دروازے پہ بیٹھے ہیں، وحی الٰہی آتی ہے کہ آپ یہاں صلح کا معاہدہ کریں، یہاں سے پلٹ جائیں اور پہلے خیبر کے یہود کی خبر لیں، وہ ان سے زیادہ خطرناک ہیں۔ حضور اکرم ﷺ معاہدہ کر کے وہاں سے پلٹے۔ مدینہ منورہ میں قیام نہیں فرمایا، اور کسی نئے آدمی کو ساتھ جانے کی اجازت نہیں دی۔ فرمایا: یہ میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے خیبر پر حملہ کرنے کا حکم دیا ہے، میں انہی کو لے کر جاؤں گا۔ وہی اصحاب جو حدیبیہ میں موجود تھے، حضور اکرم ﷺ انہی کو لے کر عازمِ خیبر ہوئے اور وہی چودہ سو (1,400) آدمی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ چار آدمی زائد تھے۔ دو حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ سے لئے، دو ہجرت حبشہ سے واپس آئے۔ جعفر طیارؓ اور ایک آدمی ان کے ساتھ تھا جن کی ملاقات ہی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خیبر میں ہوئی۔ ان چار نفوس کے علاوہ پانچواں کوئی آدمی آپ نے ساتھ نہیں لیا۔ فرمایا: یہی میرے ساتھ تھے، اللہ نے حکم دیا ہے

کہ خیبر کی خبر لو اب انہی کو ساتھ لے کر جاؤں گا۔ حالانکہ وہاں دس ہزار فوج یہود کی تھی اور پانچ ہزار قبیلہ بنو غطفان کا تھا، درمیان میں وادی تھی جس کے اس طرف وہ تھے۔ ان کا معاہدہ تھا یہود کے ساتھ کہ جس کسی کو کوئی چھیڑے گا، ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ اور چودہ سو جانثار لے کر حضور اکرم ﷺ ان کے درمیان خیمہ زن ہو گئے۔ اور پھر تاریخ عالم نے دیکھا کہ یہود کے بڑے بڑے قلعے زمین بوس ہو گئے۔ خداوند عالم نے مکہ کی فتح سے پہلے خیبر کی فتح ضروری قرار دیا۔ اور پہلے وہ عطا فرمائی اور ادھر سے بے خوف ہو کر مکہ مکرمہ جانے کی اجازت دی۔

یہودیوں کی سازش:

اسلام کا ازلی دشمن یہ یہود تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد پھر مدعیانِ نبوت کو اُبھارنے میں یہود کا ہاتھ تھا۔ سرمایہ یہود کا لگتا تھا، ذہن اُس کا کام کرتا تھا اور تلواریں کفارِ عرب کی چلتی تھیں۔ اس کے بعد قیصر کے ساتھ جتنی ساز باز یہودیوں نے کی وہ اُن کی آخری اُمید گاہ تھی۔ پہلے بھی قیصر کو حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں تبوک میں فوجیں بھیجنے کا جو مشورہ دیا تھا انہی نامرادوں کا تھا۔ پھر جب فاروقی تلواروں نے کسریٰ کا بھی دم خم نکال دیا اور قیصر کی گردن بھی خم ہو گئی تو ان کے پاس کوئی چارہ کار نہ رہا۔ پھر ان نامرادوں نے یہ سوچا کہ اب میدان میں اسلام سے مقابلہ ممکن نہیں رہا، جہاں قیصر و کسریٰ کے پاؤں نہیں جم سکتے، اب وہاں کوئی فوجی طاقت نہیں کھڑی ہو سکتی۔ تو پھر کیا کیا جائے؟ پھر انہوں نے زیر زمین ایک جال بنا۔ اسلام کے نام پر کفر ایجاد کیا۔ اور یہ وہ پہلی یہودی تحریک ہے جس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف اعتراض کا دروازہ کھولا۔ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اعتراض نہ کیا جائے تو اسلام میں

رخنہ اندازی نہیں کی جا سکتی۔ ان کا ایک بہت بڑا شیعہ عالم ’اسماء الرجال‘ کی کتاب میں لکھتا ہے کہ عبداللہ بن سبا ایک غالی شخص تھا اور یوشع بن نون کو خدا کہتا تھا، اُن میں خدا کا حلول مانتا تھا۔ اور جب یہ مسلمانی کا دعویٰ کرنے لگا تو اس نے سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر اُن میں خدا کے حلول کا عقیدہ پیش کیا۔

عبداللہ بن سبا یہودی:

تصورِ امامت، عقیدہ اِمامت اور خدائی اختیارات، خدائی حلول کی بنیاد عبداللہ بن سبا یہودی نے رکھی۔ عہدِ عثمانی کے فتنے کا سبب یہی شخص تھا۔ دُور دُور تک اسلام پھیل چکا تھا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم دنیا سے اُٹھ رہے تھے۔ نئی پود، ایک نئی جنریشن میں تبدیل ہو رہی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عمر اَسی (۸۰) برس سے تجاوز کر رہی تھی۔ عبداللہ بن سبا یہودی نے خود کو دُنیا پر عابد و زاہد ظاہر کیا، تنہائی میں رہتا اور بڑے نوافل پڑھتا اور بڑا پارسا نظر آتا۔ لوگ قریب ہونے شروع ہو گئے۔ جو زیادہ قریب ہو جاتا اُسے پھر پردے سے اپنی باتیں تعلیم کرتا کہ دیکھو! ظلم ہو گیا، یہ زیادتی ہوئی۔ شروع شروع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل گھڑے، پھر ان کو خلافت کا پہلا حق دار قرار دیا اور نتیجہ اس بات پر پہنچا کہ یہ ظلم ہوا ہے۔ یہ سارے غاصب ہیں، خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا، یہ امام ہیں اور امام میں خدا ہوتا ہے، اور نبیؑ بھی امام ہے معبوث ہوا۔ اس نے اِن ساری خرافات کا تانا بانا بُنا۔ اب مصیبت یہ ہے کہ معترضین صحابہ جو اپنے آپ کو اہلِ سنت بھی کہلاتے ہیں، حنفی بھی کہلاتے ہیں، اور اس کے ساتھ انہیں صحابہ کرامؓ کی عظمت پر اعتراض بھی ہے۔ دانشور بھی کہلاتے ہیں، لیکن انحصار صرف تاریخ پر ہے اور طبری کے حوالے پیش کرتے ہیں۔ طبری ایک تاریخ کی کتاب ہے جس کا مؤلف ابو مخنف لوط بن یحییٰ خود رافضی تھا۔

تاریخ کیا ہے؟

سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں تاریخ کی حیثیت یہ ہے:

"یُدَوَّنُ مِنْ اَفْوَاہِ النَّاسِ" لوگوں کی زبانوں سے جمع کر کے تاریخ بنائی جاتی ہے۔ مؤرخ کوئی بھی ہو، اللہ تعالیٰ کی طرح وسیع النظر نہیں ہوتا کہ ہر چیز اس کی اپنی نگاہ میں ہو، کچھ آپ سے سنی، کچھ مجھ سے سنی، کچھ اس کا اپنا نظریہ ہوتا ہے۔ آپ یہاں دیکھ لیں ہمارے سامنے ملک دو ٹکڑے ہو گیا۔ اگر آپ ملک کی تین مقتدر جماعتوں کو لے لیں، عوامی لیگ کو لے لیں، پیپلز پارٹی کو لے لیں، جماعت اسلامی کو لے لیں اور ان کو کہیں کہ پاکستان کے دو ٹکڑے ہونے کی وجوہات اور اسباب لکھیں تو کیا یہ تینوں ایک ہی بات لکھیں گے؟ بلکہ تینوں خود کو بری اور دوسروں کو ذمہ دار گردانیں گے، تینوں کے حالات اور تینوں کے دلائل مختلف ہوں گے۔ ایسے ہی مؤرخ اُس دور میں تھے۔ ان پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی۔

... صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت

صحابہ کرامؓ کی عدالت، اُن کی صداقت، اُن کا تقدس، اُن کے ایماندار ہونے کی اور مخلص ہونے کی شہادت اللہ کی وحی اور اللہ کی کتاب نے دی۔ اُن کی عظمت پر تاریخ کے حوالے سے اعتراض کرنا ہی جہالت ہے۔ لیکن اگر کوئی طبری کے حوالے سے ہی اعتراض کرنا چاہے تو طبری میں بھی موجود ہے کہ جب یہ کوفہ، بصرہ اور مصر کے باغی آٹھ سو، بارہ سو یا اٹھارہ سو کی تعداد میں مدینہ منورہ پہنچے تو جو اعتراضات انہوں نے حضرت عثمانؓ پر کئے تھے، ان اعتراضات کی تعداد دس بنتی ہے۔ وہ طبری میں موجود ہیں اور وہی اعتراضات آج کا معترض بھی دہراتا ہے۔ لیکن اگر کوئی قرآن کو چھوڑ کر

طبری ہی کو ماننا چاہے تو اس طبری میں موجود ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی میں صحابہؓ کا اجتماع بلایا۔ آپ منبر پر بیٹھے، ان میں وہ مخالفین بھی موجود تھے۔ اور آپ نے اپنی زبان سے وہ اعتراض دہرائے کہ انہوں نے مجھ پر یہ اعتراض کیے ہیں، وہ اعتراض کیا ہیں؟ وہ دس کے دس اعتراض انہوں نے دہرا کر ان لوگوں سے پوچھا: لوگو! تمہیں اس کے علاوہ کوئی اور اعتراض ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے ایک ایک اعتراض کا جواب دیا۔ تمہارے اس اعتراض میں یہ بات غلط ہے، یہ اس طرح سے نہیں بلکہ اس طرح سے ہے۔ جب دس ہی اعتراضات کے جواب دے چکے تو پھر حاضرین سے آپ نے فرمایا: طبری میں یہ سب کچھ موجود ہے۔

فرمایا: اب ان کے ساتھ کیا کیا جائے؟

تو بیک زبان سب صحابہؓ نے کہا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔

حضرتِ عثمانؓ کی بصیرت:

حضرت عثمانؓ کی نگاہ بہت دُور رس تھی۔ ایک دن کوئی شخص آپ کی مجلس میں گیا۔ راستے میں کوئی عورت گزر رہی تھی، نگاہ اس عورت پر پڑ گئی۔ وہ مجلس میں جا کر بیٹھا تو حضرت عثمانؓ فرمانے لگے کہ لوگ اس حال میں مسجد نبوی میں آتے ہیں کہ ان کی نگاہوں میں، ان کی آنکھوں میں زنا کا اثر باقی ہوتا ہے۔ وہ شخص لرز اٹھا اور کہنے لگا: کیا وحیٔ الٰہی ابھی باقی ہے، کیا نبوت ابھی باقی ہے؟ فرمایا: نہیں،

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ اِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ (الترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی فراست سے ڈرو، وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

آپ کی یہ دُور رس نگاہ دیکھ رہی تھی کہ ان آٹھ سو کو یا اٹھارہ سو کو قتل کرنا مشکل نہیں ہے۔ لیکن

یہ زیر زمین جو تحریک چل رہی ہے، اسے ایک پلیٹ فارم مل جائے گا کہ دیکھو! کتنے ظالم تھے۔ جس نے اعتراض کیا اس کی گردن اڑا دی۔ یہ پلیٹ فارم نہ دینے کے لئے آپؓ نے اس حالت میں قتل ہونا منظور کر لیا۔ جبکہ آپ کی افواج ہسپانیہ اور چائنہ تک پہنچ رہی تھیں، جنوبی افریقہ تک آپ کے لشکر پہنچے ہوئے تھے۔ اور کسی ایک ادنیٰ سے اشارے پر دُنیا اُلٹائی جا سکتی تھی لیکن اس مردِ خدا نے خود انتہائی مظلومیت کے ساتھ شہید ہونا گوارا کر لیا اور اس سبائی تحریک کو پلیٹ فارم مہیا نہ کیا، ورنہ یہ اسی وقت سے شروع ہو جاتی۔ اور جس کسی نے ان بارہ سو یا اٹھارہ سو آدمیوں کو مدینہ منورہ میں بہلا پھسلا کر بھیجا تھا، اس نے اسی لئے بھیجا تھا کہ یہ قتل ہوں گے اور ان کے قتل میرے لئے پلیٹ فارم کا کام کریں گے اور میں اسے بنیاد بنا کر صحابہ کے خلاف ایک تحریک شروع کر دوں گا اور یہ تحریک عظمت صحابہ کو مجروع کرے گی جو نتیجتاً دِین کی بنیاد کو بہا لے جائے گی لیکن حضرت عثمانؓ کا خون اس کی رکاوٹ بن گیا۔ کتنی عجیب بات ہے! کہ صبح وہ اس بات سے مطمئن ہو کر رخصت ہوتے ہیں۔ کچھ مصر کو چلتے ہیں، کچھ بصرے کو، کچھ کوفے کو۔ تینوں راستے الگ الگ ہیں۔ بلکہ بصرے اور مصر کی سمتوں میں پچاسی ڈگری کا فرق آجاتا ہے۔ اور پلٹ کر آجاتے ہیں کہ آپ کا خط پکڑ لیا۔ بھلا! جو بصرے جا رہے تھے وہ کیوں پلٹ کر اسی وقت پہنچ گئے، ایسا کس نے بتایا؟ اور اس تاریخ میں یہ سقم موجود ہے جسے کوئی نہیں دیکھتا۔ بس جی خط پکڑا گیا! جو مصر جا رہے تھے ان کے خلاف اگر حضرت نے چٹھی دے دی اور انہوں نے راستے میں پکڑ لی، وہ پلٹ آئے۔ جو اُس طرف بصرے کو جا رہے تھے وہ کیوں پلٹ آئے؟ ان کے پاس کون سی وحی نازل ہو گئی تھی؟ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مدینہ منورہ سے طے کر کے چلے تھے کہ راستے میں سے فلاں وقت پلٹ کر یہاں آجائیں گے۔ یہ کہیں گے،

ہم نے خط پکڑ لیا۔ اور یہی سوال اسی طبری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبانی موجود ہے۔ جب انہوں نے شور کیا تو آپ نے فرمایا: تم جھوٹ بولتے ہو۔ مصر والوں نے اگر چٹھی پکڑی ہے تو یہ بصرے والے کیوں پلٹ آئے ہیں؟ تمہیں کس نے بتا دیا کہ انہوں نے خط پکڑ لیا؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقام:

چشم فلک نے یہ بھی دیکھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تھے تو بئر روما یہودیوں کے پاس کنواں تھا اس کا پانی مدینہ والے پیتے تھے اور وہ بیچتے تھے۔ مسلمانوں کو مہنگے داموں دیتے تھے اور تنگ کر کے دیتے تھے۔ مسجد نبوی میں بیٹھے، فرمایا: اگر کوئی میرے ساتھ سودا کرنا چاہے تو وہ بئرِ روما خرید کر مسلمانوں کو وقف کر دے۔ اور جنت میں اس کے بدلے مجھ سے کنواں خرید لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کسی کی زبانی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سنا تو وہاں سے یہود کے پاس چلے گئے۔ تصدیق کرنے تشریف نہیں لائے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ یہود کے پاس چلے گئے اور جا کر پوچھا: بیچتے ہو کنواں؟ جی! بیچتے ہیں۔ جتنی قیمت انہوں نے کہی وہ انہیں دے دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے کسی سے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا۔ ہاں! آپ نے درست سنا۔ عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے وہ کنواں خرید لیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مسلمانوں کو عطاء کر دیں۔ اور وہ سودا میرا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پکا ہو گیا۔

وہی عثمان رضی اللہ عنہ اسی مدینہ میں پینتالیس (45) روز پیاسا رہا۔ اور تاریخ کے انہی صفحات پر موجود ہے کہ اس شخص نے جھروکے سے کھڑے ہو کر کہا تھا کہ کیا تم سب لوگ اس کنواں سے سیراب نہیں ہو رہے جو میں نے خرید کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش

کیا تھا تو اس کا کوئی گھونٹ میرے لیے باقی نہیں رہا۔

صحابہؓ اجازت چاہتے کہ آپؓ ہمیں اجازت دیں، یہ چند سو افراد ہیں۔ آپؓ فرماتے تھے: یہ مدینۃ الرسول ہے، اور اس میں خون بہانا حرام ہے۔ میں اس میں تلوار نہیں اُٹھا سکتا۔ عرض کی گئی: آپؓ شہر کی حد سے، حرم کی حد سے باہر چلے جائیں۔ آپؓ نے فرمایا: میری عمر اسّی سے اوپر ہے، میں نے ساری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس سعادت کو تلاش کیا ہے اور جب موت قریب ہے تو آپ کا پڑوس چھوڑ کر باہر چلا جاؤں۔ اور ایسے عجیب لوگ تھے، ایک صحابی عرض کرتے ہیں کہ میں حضرت کے پاس گیا اور عرض کی کہ حضرت بہت لمبا وقت ہو گیا ہے۔ آپؓ اجازت دیں، کوئی فیصلہ فرمائیں۔ پینتالیس (45) روز میں تو دُنیا کے دوسرے سرے سے بھی فوج بلائی جاسکتی ہے۔ تو آپؓ نے اُسے فرمایا: مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمانؓ تیرا انتظار بہت طویل ہو گیا، چاہے تو تیری مدد کی جائے یا تو میرے پاس آ کر افطار کرلے۔

تو فرمایا: میں نے دوسری بات پسند کر لی ہے۔ آپ لوگ اپنا کام کریں اور میرا انتظار کریں، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی افطار کروں گا۔

خونِ عثمان رضی اللہ عنہ:

اس مظلوم کے خون نے اس تحریک کو تین صدیاں پیچھے دھکیل دیا۔ حتیٰ کہ اس تحریک کے ہاتھوں سانحہ کربلا رونما ہوا۔ اور یہ اتنا بڑا ظلم تھا، دنیا کی تاریخ نے اتنا بڑا ظلم نہیں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ اولاد جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پلی، وہ گردن جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسے دیئے، اس بے دردی سے صحرا میں کاٹ دی جائے۔ یہ بہت بڑا ظلم تھا۔

سبائی تحریک اور سانحہ کربلا:

سانحہ کربلا کیوں ہوا؟ اور کس نے کیا؟ اسی سبائی تحریک نے کیا۔ اور سبائیت کے لیے پلیٹ فارم مہیا کرنے کے لیے کیا۔ اور دھوکے سے کوفہ کے افراد حضرت حسینؓ کو مکہ سے لے گئے، اور یہ قسمیں دے کر لے گئے کہ یزید اچھا آدمی نہیں ہے۔ کوفہ مرکزی شہر ہے اور پورے ملک اور پوری حکومت کی طاقت ہے۔ اگر آپؓ نہیں آئیں گے تو روزِ حشر ہم آپؓ کا دامن پکڑیں گے حضور ﷺ کے سامنے، کہ انہوں نے ہماری قیادت نہیں کی۔ دوسرا کوئی شخص قیادت کی اہلیت نہیں رکھتا اور نہ ہم اُس کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے۔

لیکن راستے میں کوفہ سے تین منزل ادھر کوفیوں نے ہی جب راستہ روکا تو آپؓ نے فرمایا: تم عجیب لوگ ہو! مجھے بلا کر لائے ہو، اور اب تم ہی نے اس بات پہ بیعت کر لی ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ تم نے کر لی ہے، تم جانو وہ جانے۔ میرا راستہ چھوڑ دو، میرا اپنا مکان ہے، اپنا گھر ہے کوفہ میں، میں وہاں چلا جاؤں گا۔ جب نہ مانے تو آپؓ نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں واپس چلا جاتا ہوں۔ جب یہ بات بھی نہ مانی گئی تو آپؓ نے کہا کہ تم یہ مقام نہیں رکھتے کہ تم مجھ سے اطاعت کا عہد لو۔ میں یزید کے روبرو بات کروں گا۔ وہ مجھے قید کرے، چھوڑ دے، قتل کرے۔ میں اس سے لڑوں وہ مجھ سے لڑے، میں جانوں وہ جانے۔ چلو میں یزید کے پاس چلتا ہوں۔ کوفہ سے تین منزل پیچھے ہی کوفہ کو ایک طرف رکھ کر آپؓ وہاں سے نکلے اور کوفہ سے دمشق جانے والے راستے پر کربلا آئے۔ یہ تو کوئی نہیں پوچھتا کہ کربلا ہے کہاں؟ مکہ سے کوفہ کے راستے پر کربلا نہیں ہے۔ کربلا کا میدان اُس راستے پر ہے جو کوفہ سے دمشق دارالخلافہ کو جاتا ہے۔ تو آپ کوفے سے ایک طرف کو ہو کر اس راستے پر پہنچے، کربلا تک تیسری منزل بنتی ہے۔ کربلا میں جب آپ نے پڑاؤ کیا تو انہوں نے سوچا لے کر تو چلے ہو لیکن وہاں جا کر اسے چھوڑ دیا جائے گا اور تمہاری گردنیں مار دی جائیں گی۔

کہ تم نے چٹھیاں لکھیں، قاصد بھیجے کہ یزید کے خلاف ہم سب متحد ہیں اور آ جاؤ۔ اس سازش سے تمہاری گردنیں اڑیں گی، تمہارے سر کٹیں گے۔ مزید اس پہ یہ ہوا کہ ظہر کی نماز حضرتؓ نے وہیں کربلا میں پڑھی۔ یہ سب لوگ جا کر نماز میں شامل ہو گئے۔ آپؓ نے جب سلام پھیرا تو پیچھے جم غفیر تھا۔ آپ نے کہا: تم عجیب لوگ ہو! میرے ساتھ نماز پڑھتے ہو، مجھے نواسہ رسول [illegible] کرتے ہو، مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی جانتے ہو۔ اور میرے ساتھ پھر یہ ظلم بھی کرتے ہو۔ مجھے بلایا کس لیے، پھر میرے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہو؟ مجھے یزید کی بیعت کے لیے کہتے ہو، تم لوگ [illegible] انہوں نے کہا، حضرت! ہم نے آپ کو نہیں بلایا۔ تو آپ نے خادم کی طرف دیکھا فرمایا: میرے وہ گھوڑے کی خرجین لاؤ، خرجین کو آپؓ نے اُلٹ دیا تو خطوط کا ڈھیر لگ گیا۔ اور ایک ایک خط پر پچاس پچاس آدمیوں کے دستخط تھے۔

فرمایا: فلاں فلاں یہ تمہارا خط ہے، فلاں فلاں یہ تمہاری چٹھی ہے۔

وہ جب وہاں سے اُٹھے تو انہوں نے کہا کہ میاں یہ چٹھیاں یزید کے پاس پہنچ گئیں تو گویا تم اپنی موت کا سامان لے چلے ہو۔ یہ نواسہ رسول ہے، اسے یزید قتل نہیں کر سکے گا، سیاسی اعتبار سے بھی اس کی حکومت کے خلاف ہے، لیکن وہ تمہیں نہیں چھوڑے گا۔

چنانچہ انہوں نے یک بارگی حملہ کر کے مظلوموں کو ظلم کے ساتھ شہید کر دیا۔

اور یہ جو کہتے ہیں کہ خیمے لوٹے گئے، خیموں سے وہی خطوط تلاش کرنے کی کوشش کی گئی۔ سرمایہ لوٹنے کے لیے نہیں بلکہ ان کی موت کے پروانے وہاں بکھرے ہوئے تھے جو وہیں جلا دیئے گئے۔ اور حد یہ ہے کہ اسی ظلم کو اسلام کے خلاف پلیٹ فارم بنا کر استعمال کرنا شروع کر دیا۔

پانی بند کرنے کا افسانہ:

اس ڈرامہ میں عجیب من گھڑت باتیں ہیں۔ آدمی ذرا سوچے تو سہی!

* پہلی بات یہ ہے کہ کربلا ہے ہی دمشق کے راستے پر۔

* دوسری بات یہ ہے کہ حضرت حسینؓ وہاں مغرب کو پہنچے اور دوسرے دن شہید ہو گئے۔ ورنہ مکہ سے چل کر وہاں تک اتنی منازل بنتی ہیں کہ ایک منزل روز کے حساب سے [illegible] لگے تب جا کر وہاں پہنچتا ہے۔ میں نے ''راہی کرب وبلا'' میں اس کا سارا نقشہ اور وہ منازل بھی دے دی ہیں۔ آج بھی وہ راستہ موجود ہے، وہ منازل بھی موجود ہیں۔ پھر ایک اور تماشا یہ کہ کربلا کا میدان ایک طرح کا پتھریلا اور سخت علاقہ ہے، ریگزار نہیں ہے۔ دریا کا کنارہ ہے اور کنارے دریا جو مٹی ہوتی ہے اسے کہیں سے بھی دس فٹ کھودلو پانی نکل آتا ہے۔ وہاں یہ افسانہ گھڑا گیا ہے کہ اتنے دن پانی بند رہا۔ دریا کے کنارے پانی کون بند کر سکتا ہے؟ دریا کے کنارے پانی زیر زمین میلوں تک جاتا ہے، کہیں سے کھودو پانی نکل آتا ہے۔

اکتوبر کا مہینہ اور عراق کی سردی:

محرم سن 61 ہجری میں اکتوبر کا مہینہ اور عراق کی سردی دُنیا میں [illegible] ہے۔ وہاں سورج کو وہ گرمی دے دی انہوں نے کہ روئے زمین پر نہیں ملتی۔ یعنی حد یہ ہے کہ ان باتوں کو بھی کوئی نہیں پوچھتا۔ آپ دیکھیں امحرم 61 ہجری کو تقویم سے حل کریں تو انگریزی مہینہ اکتوبر نکلتا ہے، اور اکتوبر میں عراق کی سردی ذرا جا کر ملاحظہ فرمایئے۔ سارا افسانہ، سارا جھوٹ، سارے تانے بانے، عجیب سے بنا کر ایک ڈرامہ تیار کر لیا۔

سب سے پہلی کتاب اس موضوع پر جو آئی اس کا مصنف ابو مخنف لوط بن یحییٰ

ہے۔ 190 ہجری کے قریب اس کی تاریخ وفات ہے۔ یعنی ڈیڑھ سو (150) سال بعد اس نے چشم دید واقعات لکھ دیئے! اور اس سے بھی دو سو (200) سال بعد باقی وہ کتابیں تصنیف ہوئیں جن کو آج 'فقہ جعفریہ' کا نام دیا جا رہا ہے۔ کربلا میں یہ سارا ظلم اس لیے ہوا کہ وہ دین، وہ اسلام جس پر اللہ نے اپنی رضامندی کی مہر لگائی تھی اور فرمایا تھا:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ
نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ... (المائدۃ:3)

کیا اصل کلمہ چھوڑ دیا جائے؟ اس کے مقابل ایک نیا کلمہ ایجاد کر دیا جائے؟

ایمان سے کہو! کیا حضرت حسینؓ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے علاوہ کوئی اور کلمہ پڑھتے تھے؟ خود حضرت علیؓ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی، انہوں نے اسلام قبول کیا تو کس کلمہ پر مسلمان ہوئے تھے۔ وہ کون سی فقہ نافذ تھی جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی؟ حضرت علیؓ نے کون سی فقہ نافذ کی تھی؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کون سی فقہ نافذ کی تھی؟ فاروق اعظمؓ نے کون سی فقہ نافذ کی؟ اور 22 لاکھ مربع میل علاقہ فتح کر کے سلطنت اسلامی میں داخل کیا۔ وہ کون سا قانون تھا جو اس سارے علاقہ پر لاگو کیا گیا؟ 26 لاکھ مربع میل سلطنت اسلامیہ کی حدود تھی۔ عہد عثمانی میں اس 26 لاکھ مربع میل میں بسنے والے انسانوں پر کون سی فقہ نافذ رہی؟ وہی فقہ تھی:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ
نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ... (المائدۃ:3)

خود حضرت حسینؓ جو اعتراض لاتے ہیں کہ یہ خلافت کے اہل نہیں ہیں تو تین سو سال بعد آنے والی کسی جدید فقہ کے تحت لاتے ہیں، یا اسی فقہ کے تحت لاتے ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی؟

قتلِ حسینؓ:

حضرت حسینؓ کا قتل ظلماً قتل ہے۔ وہ خلافت کے مدعی نہیں تھے۔ انہوں نے کوفہ والوں کی آواز پر لبیک کہا تھا اگر تم یہ چاہتے ہو تو میں تمہاری قیادت کرتا ہوں۔ جب وہ پیچھے ہٹ گئے تو انہوں نے فرمایا: مجھے گھر جانے دو۔ اگر کفر اور اسلام کی جنگ تھی تو کون سا [illegible] طے ہو گیا تھا کہ وہاں سے واپس جاتے۔ انہیں ظلماً گھیر گھار کر شہید کیا گیا۔

اسلام کے قتل کی سازش:

سب سے بڑا ظلم یہ ہوا کہ لوگوں نے قتلِ حسینؓ کو اسلام کے قتل کی سازش بنانا چاہا۔ اور حد تو یہ ہے کہ اس واقعہ کو جذباتی رنگ دے کر قتلِ حسینؓ سے اسلام کی عمارت کو ڈھانا چاہتے ہیں۔ کوئی یہ نہیں سوچتا کہ اگر حضرت حسینؓ دین کے لئے قتل ہو گئے تھے، اس وقت کون سی فقہ تھی؟ کون سے عقائد تھے؟ کتاب اللہ کیا تھی؟ ارکانِ اسلام کیا تھے؟ نمازیں کس شریعت کے تحت پڑھی جاتی تھیں؟ نکاح طلاق کے مسائل کیا تھے؟ خود حضرت علیؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں کون سی فقہ نافذ کی؟ کون سا اختلاف کیا صدیقؓ وفاروقؓ وعثمانِ غنیؓ کے قانون سے، یا اس کے نفاذ سے؟ اور کیا ممکن تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد پوری دنیا مرتد ہو گئی اور سارا دین بدل گیا اور نیا شروع ہو گیا؟ کیا یہ کوئی صحیح الدماغ آدمی مان سکتا ہے۔

کیا فقہ جعفریہ قابلِ عمل ہے؟

فقہ جعفریہ اتنی ناقابلِ عمل ہے کہ جب سے بنی ہے تب سے اب تک کسی شیعہ حکمران نے بھی نافذ نہیں کیا۔ دُنیا کی تاریخ میں کوئی چھوٹی سے چھوٹی ریاست ایسی نہیں ملتی جہاں فقہ جعفریہ کو عملاً نافذ کیا گیا ہو۔ حتیٰ کہ آپ دُور مت جائیں ہمارے پاس یہ ہندوستان میں انگریزوں کے عہدِ حکومت میں بھی بیشمار چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں جن کے سربراہ شیعہ نواب تھے اور وہ بھی

مسلم پرسنل لاء پر فیصلے کرتے تھے، جو انگریزوں نے اہل سنت کی شریعت، فقہ کے مطابق ترتیب دینے کی کوشش کی۔ فقہ جعفریہ تو قابل عمل ہی نہیں ہے کہ کسی کا مال لوٹ لو گناہ نہیں ہے جھوٹ بولو عبادت ہے، گالیاں دو عبادت ہے، بدکاری کرو عبادت ہے۔ تو پھر جرم دنیا میں کون سا ہے؟ گناہ کیا رہ جائے گا؟ سزا کس پر دو گے؟

اب یہ ہماری بدقسمتی ہے۔ بدقسمتی تو میں رسماً کہہ رہا ہوں، مسلمان کی ایک عجیب عادت ہے۔ یہ جب کوئی نقصان کرتا ہے تو اسے تقدیر کے سپرد کر دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ اللہ کو یہی منظور تھا اور جب کوئی بات بن جاتی ہے تو پھر کہتا ہے کہ ہم نے یہ تیر مارا۔

بات بن جائے تو شان یہ تدبیر کی ہے
اور بگڑ جائے تو غلطی کاتب تقدیر کی ہے

دین سے بے رغبتی کا نتیجہ:

ہمارے پاس ایک بہانہ ہے قسمت یا بدقسمتی کا۔ ہماری نالائقی، ہماری غفلت، ہماری سستی اور ہماری دین سے بے رغبتی کا نتیجہ یہ ہے کہ خواہشات کا انبار آج ہم پر [illegible] ہے۔ اور حد ہے اہل اختیار کے دانش و بینش پر، انہوں نے کمیٹی بنادی ہے جو اس کا جائزہ لے گی۔ سبحان اللہ! کمیٹی کس لئے بناتے ہو، اس میں تمہاری کمیٹی کیا دیکھے گی؟ جب تمہارے پاس اللہ کا قرآن موجود ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت موجود ہے، جب تمہارے پاس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اسوۂ حسنہ موجود ہے جس پر چلنے کا قرآن حکیم حکم دیتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ... (۹:۱۰۰)

پھر یہ کمیٹی کیا تیر مار لے گی۔ یہ قصور نہ حکومت کا ہے نہ اس تحریک کا۔ قصور میرا اور آپ کا ہے، ہمارے گناہ ہیں، ہماری دین سے بے رغبتی کا نتیجہ ہے، ہمارے

احساسِ ذمہ داری سے عاری ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مسلمانو! تم پر لوگ اُمید لئے بیٹھے ہیں کہ تم فقہ جعفریہ قبول کرو!

اور ایک بات یاد رکھو! یہ جو دین کے دشمن ہیں، یہ تمہارے ملک کے بھی دوست نہیں، ان کی بلا سے! ملک برباد ہوتا ہے تو ہو جائے، لوگ قتل ہوتے ہیں تو ہوں، خانہ جنگی ہوتی ہے تو ہو جائے، کچھ بھی ہو۔ انہیں تمہاری بربادی سے غرض ہے، وہ تمہاری آبادی میں خوش نہیں۔ لیکن ہمیں نہ صرف فقہ جعفریہ سے دفاع کرنا ہے بلکہ اپنے ملک کے امن وامان کو بھی سامنے رکھنا ہے کہ امن وامان تہ وبالا ہوا تو یہ نقصان بھی میرا اور آپ کا ہے، ان کا نہیں ہے، وہ چاہتے یہی ہیں۔ اور یہ ملک ایک ایسی عظیم نعمت ہے اللہ کی ہمارے پاس کہ اب تک اس کے چاروں سمت آگ لگی ہوئی ہے، دوزخ دہک رہا ہے، لیکن یہ گلزارِ خلیل بنا ہوا ہے درمیان میں۔ اور ہم یہاں بیٹھ کر اطمینان سے اللہ کا نام لے رہے ہیں سکون سے، اپنی مرضی سے۔ کتنا اللہ کا شکر ہے۔ جو میں نے چاہا میں نے کہہ دیا، میں آسانی سے جس طرح چاہتا ہوں نماز پڑھ لوں گا، کوئی مجھے خدشہ نہیں، کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تو لوگو! خدا کا خوف کرو۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کرو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمائے ہوئے طریقوں کو عملاً اپناؤ کہ اللہ تم پر کافروں کو مسلط نہ کرے۔ اگر ہم نے عملاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اختیار نہ کی تو مصیبتیں ہم سے نہیں ٹل سکتیں۔ اپنی ذمہ داری کو پورا کرو اور جو نہیں جانتے ان تک یہ بات پہنچا دو کہ یہ کون سی مصیبت ہے جو تمہارے دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ اور اس ملک کی حفاظت کے لئے اپنی جان لڑا دو، ملک کو بچاؤ یہ تمہارا اور تمہارے دین کا مرکز ہے۔ روئے زمین پر میں نے دنیا کو پھر کے دیکھا ہے۔ آپ بھی دنیا کا مطالعہ کریں، دنیا میں اگر ہم نالائق بھی ہیں تو اس وقت روئے زمین پر جو مسلمان ہیں اُن سب سے اچھے مسلمان اس خطے میں ہیں۔ یہ پنجاب کا کچھ علاقہ جو ہندوستان کے ساتھ ہے یا افغانستان کا کچھ علاقہ اور یہ سرحد

پنجاب کی یہ پٹی ہے جو ساتھ ساتھ، صرف اس میں جو مسلمان بستے ہیں، روئے زمین پر بسنے والے مسلمانوں سے عملاً سب سے اچھے ہیں، اور عقیدۃً بھی سب سے بہترین ہیں۔ اگر انہی کی گردنیں فقہ جعفریہ پہ کٹ جائیں تو کیا حشر ہوگا عالم اسلام کا؟ اس کے پیچھے آج بھی صیہونی سازش ہے اور یہودیوں کا روپیہ کام کر رہا ہے۔

مسلمانو! یہودیوں کے روپے پر بکنا چھوڑ دو۔ آج بھی وہ تمہیں خرید لیتے ہیں، تم سے ووٹ خرید لیتے ہیں، تم سے رائے خرید لیتے ہیں اور بندے کو تمہارے اوپر مسلط کر دیتے ہیں۔ خدا کا خوف کرو! اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جوابدہ سمجھو اور اپنی ذمہ داری کا حق ادا کرو اور اپنے ملک کو، اپنے دین کو اس مصیبت سے بچانے کی سعی کرو۔ محض شور کرنے سے، جلوس نکالنے سے اور ہلڑ بازی سے کچھ نہیں ہوگا۔ جہاں تک آواز پہنچ سکتی ہے لوگوں کو سمجھاؤ اور احساسِ ذمہ داری یاد دلاؤ اور سب کو عملاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور دینِ مبین پر عمل کرنے کی طرف بلاؤ کہ لوگ دین کو اپنائیں، ان کی گردن خالی ہی نہ ہو کہ کوئی اس میں طوق ڈالے۔ اس سے پہلے کہ تمہارے گلے میں کسی ماو شما کی غلامی کا طوق ڈالا جائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اپنی گردن میں ڈال لو۔ خالی گردنوں میں دوسرے لوگ کمندیں ڈالتے ہیں۔ ہماری گردنیں لوگوں کو خالی نظر آتی ہیں اس لئے وہ اپنی اپنی کمندیں ہماری طرف پھینک رہے ہیں۔ اپنی گردنوں کو خالی مت چھوڑو۔

خداوندِ عالم سب کو دین کی سمجھ اور دین پر عمل کی توفیق عطا فرمادے... آمین...

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مد ظلہ العالی

پاسِ انفاس

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کا طریقۂ ذکر پاسِ انفاس ہے یعنی ہر سانس کا پاس رکھنا، ہر سانس کی نگرانی کرنا۔ ذکر جتنا ہو سکے، آسانی سے کر سکے، **تیز تیز اور قوت سے** کرے تو قلب روشن ہونا شروع ہو جائے گا کہ اصل شے تو **شیخ** کی توجہ ہے جو دراصل برکات نبوی ﷺ ہیں اور سینہ بسینہ **شیخ** کے **قلب** تک پہنچ کر طالب کے **قلب** کو سیراب کر رہی ہیں، یہ معمولی بات نہیں کہ **قلب** کو روشن کر لیا جائے۔ اس کے لیے وقت درکار ہے اور محنت بھی۔ بزرگان دین اور مشائخ عظام اس پر دو دو سال محنت کرایا کرتے تھے تب جا کر بات بنتی تھی۔ اس کے اثرات اگر کشفاً نہ بھی معلوم ہوں تو بھی عملی زندگی میں آنا شروع ہو جاتے ہیں اور نیکی کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔

جیسے ارشاد باری ہے:

يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (البقرۃ: ۲۵۷)

ترجمہ: انہیں تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتا ہے۔

طریقۂ ذکر: بہت اچھی بات ہے بندہ باوضو ہو، جگہ پرسکون ہو، شور شرابہ نہ ہو، قبلہ رو ہو کر بیٹھے، آنکھیں بند کر لے، منہ بند کر لے، اور متوجہ الی اللہ ہو ذکر پاس انفاس شروع کر دے کہ جب سانس اندر جائے تو خیال کرے کہ لفظ **اللہ** سانس کے ساتھ اندر جا رہا ہے اور جب خارج ہو تو نہ صرف خارج ہو بلکہ **ھُو** کی ضرب قلب پر یعنی پہلے لطیفہ پر لگے۔ اسی سے رجوع الی اللہ، توبہ، تحمل اور حدوجہد کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ (کنوز دل)

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

فہرست کتب

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

مقصدِ حیات	نقوشِ حق	اسرار القلوب
لطیفہ قلب ذریعہ علم	شرح دلائل السلوک	شرح مسائل السلوک
رموزِ دل	کنوزِ دل	درود وسلام
خطابات امیر	محافل شیخ	سبائی تحریک اور سانحہ کربلا
تصوف کیا ہے؟	تصوف ایمان کی بنیاد	تصوف کا حاصل
طبیب دل تلاش	[illegible]	بیعت کیا ہے؟
[illegible]	نشان منزل	کون سی ایسی بات ہوئی ہے
متاع فقیر	آس جزیرہ	سوچ سمندر